لغویات سے اجتناب

تحریر
شیخ الحدیث مولانا
ارشاد الحق اثری
حفظہ اللہ فیصل آباد

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿والذین هم عن اللغو معرضون﴾ (المؤمنون:۳) ''اور جو لغویات سے اعراض کرتے ہیں۔'' فلاح وفوز پانے والوں کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ وہ لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

''لغو'' ہر اس قول وعمل کو کہتے ہیں جو بغیر سوچے سمجھے اور بلا مقصد وفائدہ کیا جائے۔ یا جو کسی شمار وقطار میں نہ ہو، اسی سے ہر قسم کو لغو قرار دیا گیا ہے جو بلا ارادہ زبان سے نکل جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''کہ اللہ تمہاری لغو قسموں پر تم سے مؤاخذہ نہیں کریں گے۔'' [المائدۃ:۸۹]

ہر بری بات کو بھی ''لغو'' کہا جاتا ہے، چنانچہ قرآن پاک میں ہے: ''کہ اس (جنت میں نہ بیہودہ بات سنیں گے نہ جھوٹ وخرافات۔'' [النباء:۳۵] ایک اور آیت کریمہ ہے: ''کہ وہاں کوئی لغو بات نہیں سنو گے۔'' [الغاشیہ:۱۱] یہاں ''لاغیۃ'' اسم فاعل کلام کی صفت واقع ہوا ہے جیسا کہ ''کاذبۃ'' وغیرہ یہ جنت کے ماحول کا بیان ہے کہ وہاں لغویات کا کوئی تصور نہیں، ایمانداروں سے یہاں اس دنیا کے ماحول کو پاک صاف رکھنے اور جنتی ماحول کی پاسداری کیلئے فرمایا گیا ہے کہ وہ لغویات سے اس دنیا میں اجتناب کرتے ہیں۔

چنانچہ ''عباد الرحمٰن'' کے، جو اوصاف سورۃ الفرقان میں بیان ہوئے ہیں ان میں فرمایا گیا ہے کہ: ''اور وہ جھوٹ کے گواہ نہیں بنتے اور جب کسی لغو پر گزر ہو جائے تو وقار سے گزر جاتے ہیں۔'' [الفرقان:۷۲] کہ اگر کہیں اتفاق سے ایسی مجلس میں چلے جاتے ہیں یا بیہودہ کام کرنے والوں کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہو تو اس سے دامن بچا کر نظریں نیچی کیے ہوئے شریفانہ انداز سے گزر جاتے ہیں۔ لایعنی مشاغل میں مشغول نہیں ہوتے، بلکہ معصیت میں مبتلا ہونے والوں کی تحقیر کر کے کبر ونخوت کا اظہار نہیں کرتے۔

اس طرح ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے: ''اور جب انہوں نے بیہودہ بات سنی تو یہ کہہ کر اس سے کنارہ کش ہو گئے کہ ہمارے اعمال ہمارے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے، تم کو سلام ہے، ہم جاہلوں کا سا طریقہ اختیار کرنا نہیں چاہتے۔'' [القصص:۵۵]

یعنی وہ ایسی بیہودہ مجلسوں سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں، ایسی مجلسوں کو جاہلوں اور نادانوں کی مجلس سمجھ کر خیر باد کہہ دیتے ہیں، یہاں ''سلام علیکم'' سے مراد سلام متارکت اور علیحدگی ہے، سلام متعارف مراد نہیں۔ جیسا کہ سورۃ الفرقان میں یہ ہے کہ: ''جاہل ان کے منہ آتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام۔'' [الفرقان:۶۳] علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ سلام یہاں تسلیم سے نہیں تسلم سے ہے کہ میرا تم سے کوئی ناطہ نہیں، اردو محاورہ میں بھی ''سلام'' ہے، چھوڑنے، باز آنے، دست بردار ہونے کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ گویا مومن نہ لغو مجلسوں میں شریک ہوتا ہے اور نہ ہی لغویاتوں میں وقت ضائع کرتا ہے۔

پہلی آیت میں ''خشوع صلاۃ'' کا ذکر ہے اور اس کے مابعد لغویات سے اجتناب کا۔ امام رازی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ''لغویات سے اجتناب نماز کی تکمیل کا باعث ہے۔'' انسان کا دل و دماغ لغویات سے اٹا پڑا ہو، کان تلاوت قرآن کی لذت آشنائی کی بجائے لغویاتوں میں لذت محسوس کرتے ہوں، نظر رحمت الٰہی اور رب البیت کی بجائے بیت کی زینت میں الجھی ہوئی ہو، زبان محبوب سے سرگوشی میں لطف اندوز ہونے کی بجائے لغویات میں پھنسی ہوئی ہو تو نماز میں خشوع خضوع کہاں سے آئے گا۔

؎ تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس وقت تک نمازی کی طرف متوجہ رہتے ہیں جب تک نمازی نماز میں التفات نہیں کرتا، جب وہ ادھر ادھر جھانکتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسی سے اپنی توجہ پھیر لیتے ہیں۔'' [احمد، ابوداؤد، نسائی] نماز میں آنکھ سے التفات ادھر ادھر دیکھنا بھی دراصل ایک لغو حرکت ہے، جس سے نمازی کی توجہ ہٹ جاتی ہے، جب اس کا نماز اور نمازی پر یہ اثر ہے تو دیگر لغویات میں الجھنے کا انجام ظاہر ہے، لغویات کو چھوڑنا اچھے اسلام کی علامت ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انسان کے اچھے اسلام میں سے ہے کہ وہ لایعنی کام چھوڑ دے۔'' [ترمذی، ابن ماجہ] یعنی جو اقوال و اعمال بے معنی اور بے مقصد ہیں انہیں ترک کر دینا اچھے مسلمان کی علامت ہے، محرمات و مکروہات اور مشتبہات سے اجتناب تو مسلمانوں کیلئے ضروری ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ ہر وہ قول و عمل جس کا دنیوی و اخروی کوئی فائدہ نہیں، اس کو چھوڑ دینا ایک اچھے مسلمان کی علامت ہے، امام ابن صلاح رحمہ اللہ نے معروف مالکی امام ابو محمد بن ابی زیدؒ سے نقل کیا ہے کہ تمام آداب خیر چار احادیث پر مشتمل ہیں: ''جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ ہمیشہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔''

آپ ﷺ نے وصیت فرمائی: ''مومن اپنے بھائی کیلئے وہی پسند کرتا ہے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔''

امام ابو محمدؒ کے اس فرمان سے اس حدیث کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک صحابی کا انتقال ہو گیا تو ایک صاحب نے کہا "ابشر بالجنة" تمہیں جنت کی بشارت ہو، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تمہیں کیا معلوم شاید اس نے لایعنی بات کی ہو یا ایسی چیز کے دینے میں بخل کیا ہے جو اسے غنی نہیں بنا سکتی۔ [جامع ترمذی]

بلکہ ابو یعلی اور بیہقی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دور مبارک میں ایک صحابی شہید ہو گئے اور ابو یعلی میں حضرت انسؓ سے ہے کہ وہ شہید ہونے والے غزوہ احد کے شہداء میں سے تھے، شہید ہوئے تو اس کے پیٹ پر بھوک کی وجہ سے پتھر بندھا ہوا تھا۔ اس کی والدہ نے اس کے چہرے سے مٹی صاف کرتے ہوئے کہا: (هنيئالک يا بني الجنة) ''اے بیٹے! تمہیں جنت کی بشارت ہو'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (ما يدريک لعله؟ کان يتکلم فيما لا يعنيه و يمنع ما لا يضره) [صحیح الترغیب: ۸۹/۳]۔ ''تمہیں کیا معلوم شاید وہ لایعنی کلام کرتا تھا یا وہ اللہ کی راہ میں ایسی چیز دینے سے گریز کرتا تھا جس کے دینے سے اس کا کوئی نقصان نہ تھا۔''

اسی طرح حضرت کعب بن عجرہؓ سے روایت ہے کہ میں ایک روز آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کا رخ انور اترا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں آپ کا چہرہ اترا ہوا کیوں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''کہ تم ٹھیک دیکھ رہے ہو، میرے پیٹ میں تین دن سے کوئی دانا داخل نہیں ہوا۔''

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ میں آپ کی یہ بات سن کر وہاں سے نکلا اور ایک یہودی کے پاس گیا، وہ اپنے اونٹ کو پانی پلا رہا تھا، میں نے اسے پانی پلایا اور ہر ڈول کے بدلے ایک کھجور اس سے لی اور یہ کھجوریں لے کر میں آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کہ کعبؓ یہ کھجوریں کہاں سے لائے ہو؟ میں نے سارا واقعہ بیان کر دیا آپؐ نے فرمایا: اے کعبؓ! کیا تم مجھ سے محبت کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! آپؐ نے فرمایا: فقر و فاقہ اے کعبؓ میرے ساتھ محبت کرنے والوں کی طرف اس طرح دوڑتا ہے جس طرح سیلاب کا پانی نشیب کی طرف دوڑتا ہے، بے شک تجھے آزمائش گھیر لے گی لہٰذا تم اس کیلئے ڈھال تیار کر لو'' آپ ﷺ کا مقصد ان کو صبر و تحمل کیلئے تیار کرنا تھا، پھر کچھ عرصہ آنحضرت ﷺ نے حضرت کعبؓ

کو نہ دیکھا تو ان کے بارے میں صحابہؓ سے دریافت کیا کہ کعب کہاں چلے گئے؟ انہوں نے عرض کیا وہ بیمار پڑے ہیں۔ آپ ﷺ ان کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے اور فرمایا: (ابشر یا کعب) ''اے کعبؓ مبارک ہو۔ ان کی والدہ نے یہ کہا: کعب! تجھے جنت کی بشارت ہو۔ آنحضرتؐ نے یہ سنا تو فرمایا: یہ اللہ پر کون قسم چھڑا رہی ہے؟ کعب نے کہا جناب یہ میری ماں ہے، آپؐ نے فرمایا: اے کعبؓ کی ماں! تمہیں کیا خبر کہ کعب نے فضول اور بے مقصد بات کی ہو، ایسی چیز دینے سے گریز کیا ہو جو اسے غنی نہ بناتی ہو۔ یعنی کسی معمولی چیز کے دینے سے انکار کیا ہو۔'' [مجمع الزوائد]

غور فرمایئے! آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد کن کے بارے میں ہے؟ حضرت کعبؓ اور بعض دوسرے صحابہؓ کے بارے میں حتیٰ کہ شہید کے بارے میں بھی جن کے بارے میں آپؐ کو یقین تھا کہ انہوں نے فرائض وواجبات کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہوگی۔ دین کے فرائض کے بارے میں وہاں سستی وکاہلی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ ان کے بارے میں لایعنی اور غیر مقصد باتوں سے اجتناب نہ کرنے کا اندیشہ ظاہر کیا۔ جس سے اس بات کی وضاحت مقصود تھی کہ جنت کی حق داری کیلئے صرف نماز روزہ ہی کافی نہیں بلکہ اس کیلئے اخلاقی قدروں کا اہتمام بھی ضروری ہے۔ حتیٰ کہ لایعنی فضول باتوں سے اجتناب بھی ضروری ہے کہ مومن کی زندگی ایک مقصد کی زندگی ہے۔ لایعنی اور بے مقصد کاموں کیلئے نہیں۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ لایعنی باتوں کے بارے میں مناقشہ فرمائیں جو بذات خود ایک عذاب ہے تو اللہ تعالیٰ سے کوئی بھی پوچھنے والا نہیں۔ ''کہ اللہ تعالیٰ جو کرے اس سے کوئی سوال نہیں کر سکتا، ان بندوں سے سوال کیا جائے گا۔'' [الانبیاء:۲۳]

حضرت لقمان رحمہ اللہ سے کسی نے کہا کہ کیا تو وہی نہیں جو فلاں فلاں پہاڑ پر بکریاں چرا رہا تھا تو انہوں نے فرمایا: میں وہی ہوں اس نے پوچھا: آپ کو جو شان میں دیکھ رہا ہوں یہ مرتبہ آپ کو کیونکر نصیب ہوا؟ انہوں نے کہا: ''سچی بات کہنے اور لایعنی کام سے اکثر خاموش رہنے سے۔''

حضرت وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں دو برگزیدہ آدمی ایسے تھے کہ وہ پانی پر چلتے تھے اور روز وہ دریا میں اسی طرح چل رہے تھے کہ ایک شخص کو انہوں نے وہاں ہوا میں اڑتا ہوا دیکھا، انہوں نے اس سے کہا: اے اللہ کے بندے! تمہیں یہ مرتبہ کیونکر حاصل ہوا؟ تو اس نے فرمایا: ''میں نے اپنے نفس کو شہوات سے روک لیا اور اپنی زبان کو لایعنی باتوں سے باز رکھا اور میں ہر اس عمل کی طرف راغب ہو گیا جس کی

طرف میرے رب نے مجھے بلایا، خاموشی کو میں نے لازم پکڑا، اس کی برکت سے اگر میں اللہ تعالیٰ پر قسم بھی ڈالوں تو اللہ تعالیٰ اسے پورا کر دیتے ہیں۔" [جامع العلوم والحکم:۹۹]

ان احادیث وواقعات سے لایعنی اور فضول باتوں سے اجتناب کی اہمیت کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس کی پابندی بندہ مومن کے اوصاف میں شامل ہے، کہنے کو یہ معمولی سا عمل ہے مگر اس کا اہتمام نہایت مشکل ہے، حضرت مورق العجلی جن کا شمار بصرہ کے عابد وزاہد اور ثقہ محدثین میں ہوتا ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک عمل کا بیس سال سے طلبگار ہوں مگر میں اس کے حصول میں تاحال کامیاب نہیں ہوسکا، تاہم آئندہ بھی اسی کے حصول میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھوں گا، ان سے دریافت کیا گیا وہ کون سا عمل ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: جس کا مجھے کوئی فائدہ نہیں اس سے خاموشی اختیار کروں۔

اسی طرح حضرت یونس بن عبید کی خدمت میں ان کے دوست نے خط لکھا کہ اپنے احوال سے مطلع کیجئے اس کے جواب میں انہوں نے لکھا کہ آپ مجھ سے میرے حال واحوال کے بارے میں پوچھتے ہیں، میں تمہیں بتلاتا ہوں کہ گرمیوں کے بڑے دنوں میں میرا نفس روزہ رکھنے کی مشقت تو برداشت کر لیتا ہے مگر لایعنی کلام کو چھوڑنا پسند نہیں کرتا۔

انسان کو چاہیے کہ ہر کام کرنے اور بات کرنے سے پہلے یہ حقیقت مستحضر کر لے کہ اللہ تعالیٰ میری بات کو سنتے اور میری ہر حرکت وادا کو دیکھ رہے ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے: "اور ہم نے انسان کو پیدا کیا اور جو کچھ اس کے دل میں وسوسہ گزرتا ہے ہم اسے جانتے ہیں اور اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں، جب دو فرشتے لکھنے والے اس کے دائیں اور بائیں بیٹھے سب کچھ ریکارڈ کرتے ہیں وہ کوئی بات بھی منہ سے نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک تیار نگہبان ہوتا ہے۔" [ق:۱۸]

نیز فرمایا: "کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کے راز اور مشورے نہیں سن رہے، بلکہ ہمارے فرشتے (بھی) اس کے پاس لکھتے رہتے ہیں۔ فرمایا: "اگر تم بلند آواز سے بات کرو تو وہ چپکے سے کہی ہوئی بلکہ اس سے بھی خفی تر بات کو جانتا ہے۔" [طٰہٰ:۷] رب ذوالجلال والاکرام وہ ذات ہے کہ: "وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور ان مخفی باتوں کو بھی جو سینوں نے چھپا رکھی ہیں۔" [المومن:۱۹] "وہ لوگوں سے تو اپنی حرکات چھپا سکتے ہیں لیکن اللہ سے نہیں چھپا سکتے اور جب وہ رات کو باہم مشورہ کرتے ہیں جو اللہ کو ناپسند ہے تو وہ اس وقت ان کے ساتھ ہوتا ہے اور اللہ جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں ان سب چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے۔" [النساء:۱۰۸]